جمہوریت اس دور کا "صنم اکبر"

مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

آپکے مسائل اور انکا حل / جلد ہفتم

''جمہوریت'' اس دور کا صنمِ اکبر

سوال:… میری ایک اُلجھن یہ ہے کہ: ''اسلام میں جمہوریت کی گنجائش ہے یا نہیں؟'' کیونکہ میری ناقص رائے کے مطابق ''جمہوریت'' کی حکومت میں آزاد خیالی اور لفظِ ''آزادی'' کی وجہ سے مسلمان تمام حدوں سے تجاوز کر جاتے ہیں، جبکہ مذہب ''گھر'' تک محدود ہو جاتا ہے، حالانکہ ''اسلام'' نہ صرف ایک بے مثال مذہب ہے بلکہ اس میں خدا کے مستند قوانین سموئے ہوئے ہیں، اور اِسلام میں ایک حد میں رہتے ہوئے آزادی بھی دی گئی ہے۔ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:… بعض غلط نظریات قبولیتِ عامہ کی ایسی سند حاصل کرلیتے ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء اس قبولیتِ عامہ کے آگے سر ڈال دیتے ہیں۔ وہ یا تو ان غلطیوں کا اِدراک ہی نہیں کرپاتے یا اگر ان کو غلطی کا اِحساس ہو بھی جائے تو اس کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں کرسکتے۔ دُنیا میں جو بڑی بڑی غلطیاں رائج ہیں ان کے بارے میں اہلِ عقل اسی المیے کا شکار ہیں۔ مثلاً ''بت پرستی'' کو لیجئے! خدائے وحدہٗ لاشریک کو چھوڑ کر خود تراشیدہ پتھروں اور مورتیوں کے آگے سربسجود ہونا کس قدر غلط اور باطل ہے، انسانیت کی اس سے بڑھ کر توہین و تذلیل کیا ہوگی کہ انسان کو… جو اَشرف المخلوقات ہے… بے جان مورتیوں کے سامنے سرنگوں کردیا جائے، اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ مخلوق کو شریکِ عبادت کیا جائے۔ لیکن مشرک برادری کے عقلاء کو دیکھو کہ وہ خود تراشیدہ پتھروں، درختوں، جانوروں وغیرہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ تمام تر عقل و دانش کے باوجود ان کا ضمیر اس کے خلاف احتجاج نہیں کرتا اور نہ وہ اس میں کوئی قباحت محسوس کرتے ہیں۔

اسی غلط قبولیتِ عامہ کا سکہ آج ''جمہوریت'' میں چل رہا ہے، جمہوریت دورِ جدید کا وہ ''صنمِ اکبر'' ہے جس کی پرستش اوّل اوّل دانایانِ مغرب نے شروع کی، چونکہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھے، اس لئے ان کی عقلِ نارسا نے دیگر نظام ہائے حکومت کے مقابلے میں جمہوریت کا بت تراش لیا، اور پھر اس کو مثالی طرزِ حکومت قرار دے کر، اس کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ پوری دُنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہوا، یہاں تک کہ مسلمانوں نے بھی تقلیدِ مغرب میں جمہوریت کی مالا جپنی شروع کردی۔ کبھی یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ ''اسلام جمہوریت کا علم بردار ہے'' اور کبھی ''اسلامی جمہوریت'' کی اِصطلاح وضع کی گئی، حالانکہ مغرب ''جمہوریت'' کے جس بت کا پجاری ہے اس کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریے کی ضد ہے، اس لئے اسلام کے ساتھ ''جمہوریت'' کا پیوند

لگانا اور جمہوریت کو مشرف بہ اِسلام کرنا صریحاً غلط ہے۔

سب جانتے ہیں کہ اسلام، نظریۂ خلافت کا داعی ہے جس کی رُو سے اسلامی مملکت کا سربراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی زمین پر اَحکامِ الٰہیہ کے نفاذ کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ مسند الہند حکیم الاُمت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، خلافت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''مسئلہ در تعریف خلافت: **هی الرياسة العامة فی التصدی لإقامة الدين باحياء العلوم الدينية واقامة اركان الإسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة واعطائهم من الفيئ والقيام بالقضاء واقامة الحدود ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنهی عن المنكر نيابة عن النبی صلی الله عليه وسلم۔''** (ازالۃ الخفاء، ص:۲)

ترجمہ:... ''خلافت کے معنی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں دِین کو قائم (اور نافذ) کرنے کے لئے مسلمانوں کا سربراہ بننا۔ دِینی علوم کو زندہ رکھنا، ارکانِ اسلام کو قائم کرنا، جہاد کو قائم کرنا اور متعلقاتِ جہاد کا انتظام کرنا، مثلاً: لشکروں کا مرتب کرنا، مجاہدین کو وظائف دینا اور مالِ غنیمت ان میں تقسیم کرنا، قضا وعدل کو قائم کرنا، حدودِ شرعیہ کو نافذ کرنا اور مظالم کو رفع کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔''

اس کے برعکس جمہوریت میں عوام کی نمائندگی کا تصوّر کارفرما ہے، چنانچہ جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

''جمہوریت وہ نظامِ حکومت ہے جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی سیاسی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے۔''

گویا اسلام کے نظامِ خلافت اور مغرب کے تراشیدہ نظامِ جمہوریت کا راستہ پہلے ہی قدم پر الگ الگ ہوجاتا ہے، چنانچہ:

*:... خلافت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا تصوّر پیش کرتی ہے، اور جمہوریت عوام کی نیابت کا نظریہ پیش کرتی ہے۔

*:... خلافت، مسلمانوں کے سربراہ پر اِقامتِ دِین کی ذمہ داری عائد کرتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کا دِین قائم کیا جائے، اور اللہ کے بندوں پر، اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے مقرّر کردہ نظامِ عدل کو نافذ کیا جائے، جبکہ جمہوریت کو نہ خدا اور رسول سے کوئی واسطہ ہے، نہ دِین اور اِقامتِ دِین سے کوئی غرض ہے، اس کا کام عوام کی خواہشات کی تکمیل ہے اور وہ ان کے منشاء کے مطابق قانون سازی کی پابند ہے۔

*:... اسلام، منصبِ خلافت کے لئے خاص شرائط عائد کرتا ہے، مثلاً: مسلمان ہو، عاقل و بالغ ہو، سلیم الحواس ہو، مرد ہو، عادل ہو، اَحکامِ شرعیہ کا عالم ہو، جبکہ جمہوریت ان شرائط کی قائل نہیں۔ جمہوریت یہ ہے کہ جو جماعت بھی عوام کو سبز باغ دِکھا کر اسمبلی

میں زیادہ نشستیں حاصل کرلے اسی کو عوام کی نمائندگی کا حق ہے۔ جمہوریت کو اس سے بحث نہیں کہ عوامی اکثریت حاصل کرنے والے ارکان مسلمان ہیں یا کافر، نیک ہیں یا بد، متقی و پرہیزگار ہیں یا فاجر و بدکار، اَحکامِ شرعیہ کے عالم ہیں یا جاہلِ مطلق اور لائق ہیں یا کندہ ناتراش، الغرض! جمہوریت میں عوام کی پسند و ناپسند ہی سب سے بڑا معیار ہے اور اسلام نے جن اوصاف و شرائط کا کسی حکمران میں پایا جانا ضروری قرار دیا، وہ عوام کی حمایت کے بعد سب لغو اور فضول ہیں، اور جو نظامِ سیاست اسلام نے مسلمانوں کے لئے وضع کیا ہے وہ جمہوریت کی نظر میں محض بے کار اور لایعنی ہے، نعوذ باللہ!

* :...خلافت میں حکمران کے لئے بالاتر قانون کتاب و سنت ہے، اور اگر مسلمانوں کا اپنے حکام کے ساتھ نزاع ہوجائے تو اس کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رَدّ کیا جائے گا اور کتاب و سنت کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جائے گا، جس کی پابندی راعی اور رعایا دونوں پر لازم ہوگی۔ جبکہ جمہوریت کا ''فتویٰ'' یہ ہے کہ مملکت کا آئین سب سے ''مقدس'' دستاویز ہے اور تمام نزاعی اُمور میں آئین و دستور کی طرف رُجوع لازم ہے، حتیٰ کہ عدالتیں بھی آئین کے خلاف فیصلہ صادر نہیں کرسکتیں۔

لیکن ملک کا دستور اپنے تمام تر ''تقدس'' کے باوجود عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ کا کھلونا ہے، وہ مطلوبہ اکثریت کے بل بوتے پر اس میں جو چاہیں ترمیم و تنسیخ کرتے پھریں، ان کو کوئی روکنے والا نہیں، اور مملکت کے شہریوں کے لئے جو قانون چاہیں بناڈالیں، کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔ یاد ہوگا کہ انگلینڈ کی پارلیمنٹ نے دو مردوں کی شادی کو قانوناً جائز قرار دیا تھا اور کلیسا نے ان کے فیصلے پر صاد فرمایا تھا، چنانچہ عملاً دو مردوں کا، کلیسا کے پادری نے نکاح پڑھایا تھا، نعوذ باللہ!

حال ہی میں پاکستان کی ایک محترمہ کا بیان اخبارات کی زینت بنا تھا کہ جس طرح اسلام نے ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے، اسی طرح ایک عورت کو بھی اجازت ہونی چاہئے کہ وہ بیک وقت چار شوہر رکھ سکے۔ ہمارے یہاں جمہوریت کے نام پر مرد و زن کی مساوات کے جو نعرے لگ رہے ہیں، بعید نہیں کہ جمہوریت کا نشہ کچھ تیز ہوجائے اور پارلیمنٹ میں یہ قانون بھی زیرِ بحث آجائے۔ ابھی گزشتہ دنوں پاکستان ہی کے ایک بڑے مفکر کا مضمون اخبار میں شائع ہوا تھا کہ شریعت کو پارلیمنٹ سے بالاتر قرار دینا قوم کے نمائندوں کی توہین ہے، کیونکہ قوم نے اپنے منتخب نمائندوں کو قانون سازی کا مکمل اختیار دیا ہے۔ ان صاحب کا یہ عندیہ ''جمہوریت'' کی صحیح تفسیر ہے، جس کی رُو سے قوم کے منتخب نمائندے شریعتِ اِلٰہی سے بھی بالاتر قرار دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں ''شریعت بل'' کئی سالوں سے قوم کے منتخب نمائندوں کا منہ تک رہا ہے، لیکن آج تک اسے شرفِ پذیرائی حاصل نہیں ہوسکا، اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام، مغربی جمہوریت کا قائل ہے؟

* :...تمام دُنیا کے عقلاء کا قاعدہ ہے کہ کسی اہم معاملے میں اس کے ماہرین سے مشورہ لیا جاتا ہے، اسی قاعدے کے مطابق اسلام نے انتخابِ خلیفہ کی ذمہ داری اہلِ حل و عقد پر ڈالی ہے، جو رموزِ مملکت کو سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس کے لئے موزوں ترین شخصیت کون ہوسکتی ہے، جیسا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا:

"انما الشوریٰ للمهاجرين والأنصار"

ترجمہ:... ''خلیفہ کے انتخاب کا حق صرف مہاجرین وانصار کو حاصل ہے۔''

لیکن بت کدۂ جمہوریت کے برہمنوں کا ''فتویٰ'' یہ ہے کہ حکومت کے انتخاب کا حق ماہرین کو نہیں بلکہ عوام کو ہے۔ دُنیا کا کوئی کام اور منصوبہ ایسا نہیں جس میں ماہرین کے بجائے عوام سے مشورہ لیا جاتا ہو، کسی معمولی سے معمولی اِدارے کو چلانے کے لئے بھی اس کے ماہرین سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے، لیکن یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ حکومت کا اِدارہ (جو تمام اِداروں کی ماں ہے اور مملکت کے تمام وسائل جس کے قبضے میں ہیں، اس کو) چلانے کے لئے ماہرین سے نہیں، بلکہ عوام سے رائے لی جاتی ہے، حالانکہ عوام کی ننانوے فیصد اکثریت یہی نہیں جانتی کہ حکومت کیسے چلائی جاتی ہے؟ اس کی پالیسیاں کیسے مرتب کی جاتی ہیں؟ اور حکمرانی کے اُصول و آداب اور نشیب وفراز کیا کیا ہیں...؟ ایک حکیم و دانا کی رائے کو ایک گھسیارے کی رائے کے ہم وزن شمار کرنا، اور ایک کندہ ناتراش کی رائے کو ایک عالی دماغ مدبر کی رائے کے برابر قرار دینا، یہ وہ تماشا ہے جو دُنیا کو پہلی بار ''جمہوریت'' کے نام سے دِکھایا گیا ہے۔

درحقیقت ''عوام کی حکومت، عوام کے لئے اور عوام کے مشورے سے'' کے الفاظ محض عوام کو اُلّو بنانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ جمہوریت میں نہ تو عوام کی رائے کا اِحترام کیا جاتا ہے اور نہ عوام کی اکثریت کے نمائندے حکومت کرتے ہیں، کیونکہ جمہوریت میں اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی کہ عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لئے کون کون سے نعرے لگائے جائیں گے اور کن کن ذرائع کو استعمال کیا جائے گا؟ عوام کی ترغیب وتحریص کے لئے جو ہتھکنڈے بھی استعمال کئے جائیں، ان کو گمراہ کرنے کے لئے جو سبز باغ بھی دِکھائے جائیں اور انہیں فریفتہ کرنے کے لئے جو ذرائع بھی اِستعمال کئے جائیں وہ جمہوریت میں سب رَوا ہیں۔

اب ایک شخص خواہ کیسے ہی ذرائع اِختیار کرے، اپنے حریفوں کے مقابلے میں زیادہ ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے، وہ ''عوام کا نمائندہ'' شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ عوام بھی جانتے ہیں کہ اس شخص نے عوام کی پسندیدگی کی بنا پر زیادہ ووٹ حاصل نہیں کئے بلکہ روپے پیسے سے ووٹ خریدے ہیں، دھونس اور دھاندلی کے حربے اِستعمال کئے ہیں اور غلط وعدوں سے عوام کو دھوکا دیا ہے، لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود یہ شخص نہ روپے پیسے کا نمائندہ کہلاتا ہے، نہ دھونس اور دھاندلی کا منتخب شدہ اور نہ جھوٹ، فریب اور دھوکا دہی کا نمائندہ شمار کیا جاتا ہے، چشمِ بددُور! یہ ''قوم کا نمائندہ'' کہلاتا ہے۔ انصاف کیجئے! کہ ''قوم کا نمائندہ'' اسی قماش کے آدمی کو کہا جاتا ہے؟ اور کیا ایسے شخص کو ملک وقوم سے کوئی ہمدردی ہوسکتی ہے...؟

عوامی نمائندگی کا مفہوم تو یہ ہونا چاہئے کہ عوام کسی شخص کو ملک وقوم کے لئے مفید ترین سمجھ کر اسے بالکل آزادانہ طور پر منتخب کریں، نہ اس اُمیدوار کی طرف سے کسی قسم کی تحریص وترغیب ہو، نہ کوئی دباؤ ہو، نہ برادری اور قوم کا واسطہ ہو، نہ روپے پیسے کا کھیل ہو، الغرض اس شخصیت کی طرف سے اپنی نمائش کا کوئی سامان نہ ہو اور عوام کو بے وقوف بنانے کا اس کے پاس کوئی حربہ نہ ہو۔ قوم نے اس کو

صرف اور صرف اس بنا پر منتخب کیا ہو کہ یہ اپنے علاقے کا لائق ترین آدمی ہے، اگر ایسا اِنتخاب ہوا کرتا، تو بلاشبہ یہ عوامی انتخاب ہوتا، اور اس شخص کو "قوم کا منتخب نمائندہ" کہنا صحیح ہوتا، لیکن عملاً جو جمہوریت ہمارے یہاں رائج ہے، یہ عوام کے نام پر عوام کو دھوکا دینے کا ایک کھیل ہے اور بس...!

کہا جاتا ہے کہ: "جمہوریت میں عوام کی اکثریت کو اپنے نمائندوں کے ذریعہ حکومت کرنے کا حق دیا جاتا ہے" یہ بھی محض ایک پُرفریب نعرہ ہے، ورنہ عملی طور پر یہ ہو رہا ہے کہ جمہوریت کے غلط فارمولے کے ذریعے ایک محدود سی اقلیت، اکثریت کی گردنوں پر مسلط ہو جاتی ہے! مثلاً: فرض کر لیجئے کہ ایک حلقۂ اِنتخاب میں ووٹوں کی کل تعداد پونے دو لاکھ ہے، پندرہ اُمیدوار ہیں، ان میں سے ایک شخص تیس ہزار ووٹ حاصل کر لیتا ہے، جن کا تناسب دُوسرے اُمیدواروں کو حاصل ہونے والے ووٹوں سے زیادہ ہے، حالانکہ اس نے صرف سولہ فیصد حاصل کئے ہیں، اس طرح سولہ فیصد کے نمائندے کو ۸۴ فیصد پر حکومت کا حق حاصل ہوا۔ فرمایئے! یہ جمہوریت کے نام پر ایک محدود اقلیت کو غالب اکثریت کی گردنوں پر مسلط کرنے کی سازش نہیں تو اور کیا ہے...؟ چنانچہ اس وقت مرکز میں جو حکومت "کوس لمن الملک" بجا رہی ہے، اس کو ملک کی مجموعی آبادی کے تناسب سے ۳۳ فیصد کی حمایت بھی حاصل نہیں، لیکن جمہوریت کے تماشے سے نہ صرف وہ جمہوریت کی پاسبان کہلاتی ہے بلکہ اس نے ایک عورت کو ملک کے سیاہ وسفید کا مالک بنا رکھا ہے۔

الغرض! جمہوریت کے عنوان سے "عوام کی حکومت، عوام کے لئے" کا دعویٰ محض ایک فریب ہے، اور اِسلام کے ساتھ اس کی پیوندکاری فریب در فریب ہے، اسلام کا جدید جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں، نہ جمہوریت کو اِسلام سے کوئی واسطہ ہے، "**ضدان لَا یجتمعان!**" (یہ دو متضاد جنسیں ہیں جو اکٹھی نہیں ہوسکتیں)۔

مروّجہ طریقِ اِنتخاب اور اِسلامی تعلیمات

سوال ۱:...مروّجہ طریقِ اِنتخاب میں جس میں قومی اسمبلی کے اُمیدوار وغیرہ چنے جاتے ہیں اور اس میں جاہل، عقل مند، باشعور، بےشعور، دِین دار اور بےدِین کے ووٹ کی قدر (Value) ایک برابر ہوتی ہے، کیا اَزرُوئے قرآن وحدیث صحیح ہے؟

سوال ۲:... ہر پانچ سال کے بعد الیکشن کروانا اور ملک کے اندر ہیجان برپا کرنا کیا قرآن وحدیث کی رُو سے از حد ضروری ہے؟ کیا ایک مرتبہ کا انتخاب کافی نہیں؟ اگر ضروری ہے تو بحوالہ قرآن وحدیث تحریر فرمائیں، بار بار الیکشن کی مثال اسلامی رُو سے دیں۔

سوال ۳:... مرَوّجہ قانون کے تحت وزیرِ اعظم اسمبلی کی اکثریت کے فیصلے کا پابند ہوتا ہے، کیا یہ شریعت کے خلاف نہیں؟ کیا اکثریت کے فیصلے کے ماننے کا وزیرِ اعظم از رُوئے قرآن وحدیث پابند ہے؟

جواب ۱:... اسلامی نقطۂ نظر سے حکومت کا انتخاب تو ہونا چاہئے لیکن موجودہ طریقِ انتخاب جو ہمارے یہاں رائج ہے، کئی وجوہ سے غلط اور محتاجِ اصلاح ہے:

اوّل:... سب سے پہلے تو یہی بات اسلام کی رُوح اور اس کے مزاج کے خلاف ہے کہ کوئی شخص مسندِ اِقتدار کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے، اسلام ان لوگوں کو حکومت کا اہل سمجھتا ہے جو اس کو ایک مقدس امانت سمجھتے ہوں اور عہدہ ومنصب سے اس بنا پر خائف ہوں کہ وہ اس امانت کا حق بھی ادا کرسکیں گے یا نہیں؟ اس کے برعکس موجودہ طریقِ انتخاب، اقتدار کو ایک مقدس امانت قرار دینے کے بجائے حریصانِ اقتدار کا کھلونا بنادیتا ہے، حدیث میں ہے کہ: ”ہم ایسے شخص کو عہدہ نہیں دیا کرتے جو اس کا طلب گار ہو یا اس کی خواہش رکھتا ہو۔“ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)۔[1]

دوم:... مرَوّجہ طریقِ انتخاب میں الیکشن جیتنے کے لئے جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اوّل سے آخر تک غلط ہے، رائے عامہ کو متأثر کرنے کے لئے سبز باغ دِکھانا، غلط پروپیگنڈہ، جوڑتوڑ، نعرے بازی، دھن، دھونس، یہ ساری چیزیں اسلام کی نظر میں ناروا ہیں، اور یہ غلط رَوِش قوم کے اخلاق کو تباہ کرنے کا ایک مستقل ذریعہ ہے۔

سوم:... موجودہ طریقِ انتخاب میں فریقِ مخالف کو نیچا دِکھانے کے لئے اس پر کیچڑ اُچھالنا اور اس کے خلاف نت نئے افسانے تراشنا لازمۂ سیاست سمجھا جاتا ہے، اور تکبر، غیبت، بہتان، مسلمان کی بے آبروئی جیسے اخلاقِ ذمیمہ کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے، افراد و اشخاص اور جماعتوں کے درمیان بغض ومنافرت جنم لیتی ہے اور پورے معاشرے میں تلخی، کشیدگی اور بیزاری کا زہر گھل جاتا ہے، یہ ساری چیزیں اسلام کی نظر میں حرام اور قبیح ہیں، کیونکہ ملک وملت کے انتشار وافتراق کا ذریعہ ہیں۔

چہارم:... اس طریقِ انتخاب کو نام تو ”جمہوریت“ کا دیا جاتا ہے، لیکن واقعتاً جو چیز سامنے آتی ہے وہ جمہوریت نہیں ”جبریت“ ہے، الیکشن کے پردے میں شر وفتنہ کی جو آگ بھڑکتی ہے، ہلڑبازی، ہنگامہ آرائی، لڑائی جھگڑا، دنگا فساد، مارپٹائی سے

---

(۱) عن أبی موسٰی قال: دخلت علی النبی صلی الله علیه وسلم أنا ورجلان من بنی عمّی، فقال أحدهما: یا رسول الله! امّرنا علٰی بعض ما ولّاک الله، وقال الآخر مثل ذالک، فقال: إنّا والله لَا نولّی علٰی هٰذا العمل أحدًا یسأله ولَا أحدًا حرص علیه. وفی روایة: قال: لَا نستعمل علٰی عملنا من أراده. متفق علیه. (مشکٰوة ص:۳۲۰، کتاب الأمارة، الفصل الأوّل).

آگے بڑھ کر کئی جانیں ضائع ہوجاتی ہیں، یہ ساری چیزیں اسی جبریت کا شاخسانہ ہے جس کا خوبصورت نام شیطان نے ''جمہوریت'' رکھ دیا ہے۔

پنجم:... ان ساری ناہموار گھاٹیوں کو عبور کرنے کے بعد بھی جمہوریت کا جو مذاق اُڑتا ہے وہ اس طریقِ انتخاب کی بدمذاقی کی دلیل ہے، ہوتا یہ ہے کہ ایک ایک حلقے میں دس دس پہلوانوں کا انتخابی دنگل ہوتا ہے، اور ان میں سے ایک شخص پندرہ فیصد ووٹ لے کر اپنے دُوسرے حریفوں پر برتری حاصل کرلیتا ہے، اور چشمِ بددُور! یہ صاحب ''جمہور کے نمائندے'' بن جاتے ہیں۔ یعنی اپنے حلقے کے پچاسی فیصد رائے دہندگان جس شخص کو مسترد کردیں، ہماری جمہوریت صاحبہ اس کو ''نمائندۂ جمہور'' کا خطاب دیتی ہے۔

ششم:... تمام عقلاء کا مُسلّمہ اُصول ہے کہ کسی معاملے میں صرف اس کے ماہرین سے رائے طلب کی جاتی ہے، لیکن سیاست اور حکمرانی شاید دُنیا کی ایسی ذلیل ترین چیز ہے کہ اس میں ہرکس و ناکس کو مشورہ دینے کا اہل سمجھا جاتا ہے اور ایک بھنگی کی رائے بھی وہی قدر و قیمت اور وزن رکھتی ہے جو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی، اور چونکہ عوام ذاتی اور وقتی مسائل سے آگے ملک و ملت کے وسیع ترین مفادات کو نہ سوچ سکتے ہیں اور نہ سوچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس لئے جو شخص رائے عامہ کو ہنگامی و جذباتی نعروں کے ذریعہ گمراہ کرنے میں کامیاب ہوجائے وہ ملک و ملت کی قسمت کا ناخدا بن بیٹھتا ہے، یہی وہ بنیادی غلطی ہے جسے اِبلیس نے ''سلطانی جمہور'' کا نام دے کر دُنیا کے دِل و دماغ پر مسلط کردیا ہے۔ اسلام اس احمقانہ نظریے کا قائل نہیں، وہ انتخابِ حکومت میں اہلِ بصیرت اور اربابِ بست و کشاد کو رائے دہندگی کا اہل سمجھتا ہے، شاعرِ ملت علامہ اقبال مرحوم کے الفاظ میں:

گریز از طرزِ جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

ہفتم:... موجودہ طریقِ انتخاب تجربے کی کسوٹی پر بھی کھوٹا ثابت ہوا ہے، اس طریقِ انتخاب سے جو لوگ مسندِ اِقتدار تک پہنچے وہ ملک کی شکست و ریخت کے سوا ملک و قوم کی کوئی خدمت نہ کرسکے، اور جو چیز تجربے سے مضر ثابت ہوئی ہو اور قوم اس کا خمیازہ بھگت چکی ہو اس تجربے کو دوبارہ دُہرانا نہ تو شرعاً جائز ہے اور نہ عقلاً ہی اُسے صحیح اور دُرست کہا جاسکتا ہے، لہٰذا موجودہ طریقۂ کار کو بدل کر ایک ایسا طریقۂ انتخاب وضع کرنا ضروری ہے جو ان قباحتوں سے پاک ہو اور جس کے ذریعہ اقتدار کی پُرامن منتقلی ہوسکے۔

جواب ۲:... انتخاب ہر پانچ سال بعد کرانا کوئی شرعی فرض نہیں، لیکن اگر حکمران میں بھی کوئی ایسی خرابی نہ پائی جائے جو اس کی معزولی کا تقاضا کرتی ہو تو اس کو بدلنا بھی جائز نہیں۔ دراصل اسلام کا نظریہ اس بارے میں یہ ہے کہ وہ حکومت تبدیل

کرنے کے مسئلے کو اہمیت دینے کے بجائے منتخب ہونے والے حکمران کی صفاتِ اہلیت کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، اسلامی ذوق سے قریب تر بات یہ ہے کہ قوم کے اہلِ رائے حضرات صدر یا امیر کا چناؤ کریں اور پھر وہ اہل الرائے کے مشورے سے اپنے معاونین ورُفقاء کو خود منتخب کرے۔

جواب ۳:... حکومت کا سربراہ اہلِ مشورہ سے مشورہ لینے کا پابند ہے، مگر کثرتِ رائے پر عمل کرنے کا پابند نہیں، بلکہ قوتِ دلیل پر عمل کرنے کا پابند ہے۔ اس مسئلے میں بھی جمہوریت کا اسلام سے اختلاف ہے، جمہوریت کہنے والوں کی بات کا وزن کرنے کی قائل نہیں، صرف مردم شماری کی قائل ہے، بقول اقبال:

جمہوریت اِک طرزِ حکومت ہے کہ اس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے!

مسجد میں سیاسی جلسہ اور میٹینگ

سوال نمبر ۱۱۹: مسجد میں سیاسی جلسہ اور میٹنگ کرنا کیسا ہے؟
جواب: مسجد کے ادب اور احترام کے بارے میں لوگ بہت زیادہ بے پرواہی برتتے ہیں یہ کام مسجد میں کرنے کے لائق نہیں لہذا خالص دینی مجالس کی سوا دوسری آج کل کی سیاسی میٹنگ کے شرعی مسجد سے باہر کسی اور جگہ منعقد کرنے چاہیں (فتاوی رحیمہ جلد نہم صفحہ ۱۱۱)

سوال(۷۲۵۳) : اگر کوئی شخص الیکشن کے سلسلہ میں کوئی سیاسی میٹنگ مسجد میں کرکے مسجد کو انتخابی اور سیاسی پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کرے تو کیا از روئے شریعت یہ درست ہے اور ایسے آدمیوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامدا ومصلیا:

مسجدیں دنیاوی الیکشنوں کے لئے نہیں بنائی گئیں، ایسے کام مسجد میں نہ کئے جائیں، جو ایسا کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں.

فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم

فتاوی محمودیہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۰

حررہ محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۸/ ۹۰

الجواب صحیح نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

مسجد میں سیاسی تقریریں

ہمارے زمانہ میں سیاسی تقریروں کا رواج مسجدوں میں عام ہو جارہا ہے اور وہ بھی آداب مسجد کا لحاظ نہ کرتے ہوئے۔ یہ چیز بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ ایسی غیر ذمہ داری کی باتیں جو کہیں بھی کہنی جائز نہیں ہیں ۔ ان کا مسجد میں کہنا کیونکہ جائز ہوسکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ مسجدوں کو بچوں اور جھگڑوں، بلند آوازوں، اجرائے حدور اور تلوار کھینچنے سے بچاؤ.اور آج کل مسجدوں میں جو سیاسی جلسے ہوتے ہیں ان میں تقریبا یہ تمام چیز میں کم وبیش پائی جاتی ہیں اور ان سے بڑھ کر آزار مسلم جزء تقریر ہے جس سے اجتناب ضروری

ہے۔(المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ)

مسائل رفعت قاسمی /مسائل مسجد صفحہ ۱۷۲-۱۷۳

انتخابات اور ووٹوں کے موقع پر ہونے والے گناہ

(1) مسلمان کا مسلمان کے مقابلے میں دشمن بن جانا حتی کہ علماء بھی ، حالانکہ مسلمان کا دشمن اللہ تعالی نے کافر و منافقت کو بنایا ہے نہ کہ مسلمان کو، بلکہ مسلمان تو مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔(2)مسلمانوں کا مختلف تنظیموں اور پارٹیوں میں بٹنا اور امت واحدہ کے تصور کی بیخ کنی ہونا۔(3)برادریوں، پارٹیوں اور قومیتوں کے تعصب میں مبتلا ہونا۔

(4) بلند و بانگ دعوے اور جھوٹے وعدے کرنا۔ (5) وعدہ خلافی کرنا۔ (6) مسلمانوں کو منافق اور ذوالوجھین بنانا۔

(7)بے تحاشا جھوٹ بولنا۔(8)ایک دوسرے کی غیبت کرنا۔(9)سب و شتم اور گالم گلوچ کرنا۔ (10)بہتان تراشی و الزامات کی بوچھاڑ۔(11)رشوت دے کر ووٹ خریدنا۔(12)ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ دری کرنا۔

(13)اسراف و تبذیر اور مسلمانوں کے قیمتی مال کا ضیاع (14)حب جاہ کا پید اہونا۔

(15) مختلف طریقوں سے ایک دوسرے کی تذلیل کرنا استھزاء سخریہ اور ہنسی مذاق اڑانا یعنی اکرام مسلم کے تصور کی نفی۔

(16)مسلمانوں کو ڈرانا دھمکانا۔ (17)امت مسلمہ کے معاملات و مصائب سے لاتعلقی اختیار کرنا۔ (18) معاہدہ توڑنا۔

(19) حب دنیا کا پیدا ہونا۔ (20) دشمنی اور قتل اور خونریزی تک کا ارتکاب۔ (21) قیمتی وقت ان جمہوری تماشوں میں ضائع کرنا۔ (22)تصویر اور فوٹو کھنچوانا۔ (23)تکبر خصوصا جو جیت جائے اس کا تکبر قابل دید ہو تا ہے۔ (24) مسلمانوں کے املاک کو نقصان پہنچانا۔ (25) گانا بجانا اور میوزک کا استعمال۔(26)عورتوں کی بے پردگی اور بلا ضرورت الیکشن مہم اور ووٹ کی خاطر گھروں سے نکلنا۔(27)قومی وسائل کا بے دریغ استعمال۔(28) اپنے اپنے امیدوار کی اس کے منہ پر تعریف کرنا۔ (29) خوشامد اور چاپلوسی کرنا۔(30)نا اہلوں کو نمائندگی اور حکمرانی دینا۔ (31) ووٹ کی خاطر حق بات کہنے سے گریز کرناہاں میں ہاں ملانا۔ (32) کفر، ظلم اور گناہ پر معاونت اور مدد کرنا۔(33)مسلمانوں کو ایذاء دینامثلا راستے بند کرنا، تیز آواز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا۔(34) اپنے مسلمان بھائی کی رسوائی، شکست اور تکلیف پر اظہار شماتت اور خوشی۔

نظام جمہوریت اور جمہوری انتخابات کی وجہ سے مسلمان ان عظیم گناہوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں ان میں سے ایک گناہ ہی اللہ تعالی کے قہر و عذاب کو دعوت دینے کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ ان تمام نافرمانیوں کا کھلم کھلا ارتکاب ۔ کیوں نہ اس نظام جمہوریت سے چھٹکارا حاصل کر کے اللہ تعالی کے قہر کو دعوت دینے والے ان خطرناک گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔